دراڑ

موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۱۹



فیس بک عالمی ادبی موجِ غزل "منفرد قوافی و نظم رنگ" کے حوالے سے
منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۱۹ بتاریخ ۲۷ / جون ۲۰۲۰ء پر مبنی برقی کتاب

دراڑ

گروپ منتظمین:

ہاشم علی خان ہمدم
نوید ظفر کیانی
روبینہ شاہین بینا
نادیہ سحر
قدسیہ ظہور

مرتبہ:

نوید ظفر کیانی

موجِ غزل

مکتبۂ ارمغانِ ابتسام

mudeer.ai.new@gmail.com

ترتیب

پیش لفظ

دراڑ

یہ در یونہی نہیں کھلتا چراغ سے ہمدم
کوئی نہ کوئی تعلق تو ہے دراڑ کے ساتھ

چراغ روشنی کی علامت ہے جو ظلمت دور کرتی ہے۔ عصر حاضر وبا کے دست ظلمت سے خود اسیری اور تنہائی سے گزر رہا ہے۔ ایسی تنہائی جس نے بے چہرگی کا روپ دھار لیا ہے۔ در و بام انسان کی قید تنہائی اور سماجی بے ربطگی کے گواہ ہیں۔ انسان مجبور و مقہور اس کیفیت سے نکلنے کی تگ و دو میں ہے۔ چارہ گر بے بس ہیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔

بے چارگی کے دور وباء میں کتنے ہی چراغ بجھتے چلے جا رہے ہیں۔ سرور جاوید گئے، طالب جوہری گئے، عزیز الرحمٰن ہزاروی گئے، منور حسن گئے، طارق عزیز گئے، سید آل عمران گئے، افراسیاب کامل گئے، رشید مصباح گئے، نوجوان ڈاکٹر ذوالفقار دانش گئے، ناصر زیدی گئے۔۔۔۔ہائے ہائے کس کس کا غم جگر چھلنی کر گیا۔

کیسی وبا پڑی کہ در دل سے اٹھ گئے
کتنے چراغ شعر کی محفل سے اٹھ گئے

اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

ظلمت کدے میں دیوار شکستہ پر ابھری لکیر روشنی کی علامت بن کر ابھرتی ہے۔ یہ روشنی کی دراڑ سوچ کی لکیر کو روشن مستقبل کا زاویہ عطا کرتی ہے۔ مایوس نگاہیں دیوار سے ابھرتی لکیر کو نجات دہندہ سمجھ کر چمک اٹھتی ہیں۔ دراڑ سے چھنتی روشن کرنیں صبح نو کا پیغام دے رہی ہیں۔ ظلمت مٹنے اور اجالا پھیلنے کی نوید بجھتے چراغوں کی آخری امید ہے۔ دراڑ سے روشنی پاتے چراغ انسان کے خواب کی تعبیر اور اچھے مستقبل کی تصویر ہیں۔ اندھیرا مٹ جانے کو ہے اور روشن صبح نمودار ہونے والی ہے۔

امید کا پیغام دیتی تخلیق نو سے مزین موج غزل نے منفرد قافیہ رنگ اور دراڑ کے عنوان پر غیر طرحی مشاعرے کا اہتمام کیا۔ تمام اہل موج غزل نے بہترین تخلیقی صلاحیت سے نظم و غزل میں عصری شعور زیب قرطاس اور زینت پردہ سیمیں کیا۔ تمام شعرائے کرام کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

موج غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۱۹ پیش خدمت ہے۔ تمام انتظامیہ اور میزبان دوستوں کا بہت شکریہ۔ سب کی خدمات کو سلام پیش کرتا ہوں۔ اللہ ہم سب پہ خاص فضل و کرم فرمائے اور اپنی امان میں رکھے۔ آمین

باقر علی خان بشر
(بانی و منتظم موج غزل ادبی فورم)

ارسلان اللہ خان

اگرچہ ہوں رستے میں جتنے پہاڑ
کبھی بھی نہ الفت میں آئے دراڑ
اسی کے لیے تو سجایا ہے گھر
میں کردوں گا وا سب دریچے، کواڑ
جو اپنائیں سرکار ﷺ کی سنتیں
کبھی زندگی میں نہ آئے بگاڑ
خوشی تم کو کیسے میسر ہو جب
تمہارے تصور میں ہے غم کی باڑ
نہیں رب کو وہ لوگ بالکل پسند
زبانوں سے کرتے ہیں جو چیر پھاڑ
حقیقت یہی ہے کہ اس کے بنا
خزاں کی ہے رت اور موسم اجاڑ
نصب ہیں جو سینے میں نفرت کے بت
انہیں آج ہی اپنے دل سے اکھاڑ
ابھی بھاگ جائیں گے گیدڑ سبھی
ہر شیر کی جونہی گونجے گی دھاڑ
سبھی اس کی یادیں مرے پاس ہیں
جنھیں لوگ کہتے ہیں ردی کباڑ
لگا ہے جو دامن میں داغِ غرور
اسے اپنے دامن سے فوراً ہی جھاڑ
جو نقشِ قدم پر نبی ﷺ کے چلا
دیا اس نے ابلیس کو بھی پچھاڑ
تمہاری وہ بن جائے اے ارسلان
خدارا کرو کوئی ایسا جگاڑ

افروز رضوی

یہ جو دیوار میں دراڑ سی ہے
در بنانے کو دل میں آڑ سی ہے

پھول کھلتے ہیں اس طرف لیکن
میرے گلشن میں ایک باڑ سی ہے

کیسے بیتے یہ ہجر کا موسم
زندگی بھی تو یہ پہاڑ سی ہے

اس کا میرا عجیب رشتہ ہے
ایک الجھن ہے جو کواڑ سی ہے

شور ہے ہر طرف کرونا کا
اور طبیعت بھی کچھ اجاڑ سی ہے

موت برحق ہے ہم بھی مانتے ہیں
پر وبا کی عجیب دھاڑ سی ہے

ایک چہرے پہ اک نیا چہرہ
یہ تو صورت گری بگاڑ سی ہے

مضمحل ہے بہت دلِ افروزؔ
اس پہ رکھی ہوئی تراڑ سی ہے

اقبال اشعر

اقبال اشعر

دراڑیں

یہ رشتوں اور آپس میں
دراڑیں درمیاں کیوں ہیں
دراڑیں درد دیتی ہیں
دراڑیں توڑ دیتی ہیں
اگر رشتوں میں آ جائیں تو رشتے ٹکڑے ٹکڑے ہوں
یہ دیواروں میں پڑ جائیں تو سمجھو ریزہ ریزہ ہوں
دراڑیں کتنی ظالم ہیں
دراڑیں کتنی قاتل ہیں
مگر ہم تم دراڑیں اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں
یہ تو ردِ عمل ہوتی ہیں اپنے ہی رویوں کا
چلو یہ عہد کرتے ہیں
انہیں مل کر مٹائیں گے
سبھی باتیں بھلائیں گے
دلوں سے معاف کر دیں گے
دلوں کو صاف کر دیں گے
سبھی رشتوں کو جوڑیں گے
ہم اپنی ذات سے ساری دراڑوں کو نچوڑیں گے

ہرے تنوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں
یہ کون لوگ ہیں بستی اجاڑ دیتے ہیں

پرانے خط ہیں، محبت کی داستانیں ہیں
ستم شناس ہیں، ان کو بھی پھاڑ دیتے ہیں

جو دوستوں کو بھی برداشت کر نہیں پاتے
وہ دشمنوں کے تعلق کی آڑ لیتے ہیں

ذرا سی بات پہ تعلق ہی توڑ دیتے ہیں
ذرا سی دیر میں سب کچھ بگاڑ دیتے ہیں

جو دشمنی کے ارادے سے بات کرتا ہے
ہم ایسے دوست میں دشمن کو تاڑ لیتے ہیں

جاوید عارفؔ

شیشہ سا ہے کوئی پہاڑ نہیں
دل مرا اس قدر اجاڑ نہیں

زخم دل بخت ہے خراب ترا
اس دوا میں کوئی بگاڑ نہیں

بچ گیا لوٹ سے وہی تو یہاں
جس کے در پر کہیں کواڑ نہیں

آپ اپنے سنبھل یہ جائے گا
دل سے بہتر ہے چھیڑ چھاڑ نہیں

جسم کاٹا جہاں پہ ہم نے سدا
ہاتھ آخر لگا کباڑ نہیں

زلزلے میں گرے تمام مکاں
اک زمیں پر مگر دراڑ نہیں

اب کے عارفؔ ملن کٹھن ہے ذرا
درمیاں جب کوئی بھی آڑ نہیں

جیا قریشیؔ

بنے اسی لیے پھولوں کی باڑ بیٹھے ہیں
ہماری ہی وہ لیے کب سے آڑ بیٹھے ہیں
عدو جو لے کے محبت کی آڑ بیٹھے ہیں
ہمیں خبر ہے نظر ہم پہ گاڑ بیٹھے ہیں
چراغ بجھتے ہوئے بھی لحد پہ جلتے ہیں
ستارے دشت فلک کو پچھاڑ بیٹھے ہیں
انہیں کبھی بھی خدا سے نہ خوف کوئی رہا
کہ بیٹیوں کو جو زندہ ہی گاڑ بیٹھے ہیں
عجیب قحط ہے دنیا میں اب محبت کا
دلوں میں ڈال کے سب ہی دراڑ بیٹھے ہیں
وہ حق جتانے لگے ہیں کسی امانت پر
وہ کچھ ستارے جو آنچل میں کاڑھ بیٹھے ہیں
انہیں خبر ہی نہیں کہ چمن کا کیا ہو گا
لگا کے گرد جو کانٹوں کی باڑ بیٹھے ہیں
انہیں کسی کی ضرورت نہیں ہے اپنے تئیں
ہے خلق کیا وہ خدا سے بگاڑ بیٹھے ہیں
دعا کرو کہ جدائی نہ توڑ دے ان کو
وہ حوصلے کا جو بن کے پہاڑ بیٹھے ہیں
یہ پوچھتی ہے دریچوں سے بے سکون ہوا
کہ بند کر کے بھی کیوں کواڑ بیٹھے ہیں
متاعِ زر کی ہوس میں یہ مبتلا راشی
کوئی نہ کوئی لگا کے جگاڑ بیٹھے ہیں
ہمارے پاس نہ خیمہ نہ راستہ ہے کوئی
فضائے دشت میں گھر بھی اجاڑ بیٹھے ہیں
ہمارے بس میں ہی کیا تھا جو فیصلہ کرتے
تمہارے عشق کا صفحہ ہی پھاڑ بیٹھے ہیں
وہ جن کو اپنی فراست پہ ناز تھا کتنا
جیا وہ لوگ بھی اب ہاتھ جھاڑ بیٹھے ہیں

خاور چشتی

ارے یہ عشق جو ہے سب بگاڑ دیتا ہے
کسی حسینہ کے دل کو اجاڑ دیتا ہے

بنیں جو سلسلے چاہت کے توڑ دیتا ہے
خوشی غمی کو یہ یوں ہی لتاڑ دیتا ہے

کوئی جو بات نہ مانے تو اس کی سنتا نہیں
یہ ایک پل میں ہر اک دل کو جھاڑ دیتا ہے

جو بن نہ پائے کوئی بات اس کی مرضی کی
تو بدلے پیار کے اس کو کباڑ دیتا ہے

کبھی بھی آنے نہیں دیتا ہے یہ اپنے سر
لگا ہو اس پہ جو الزام جھاڑ دیتا ہے

کسی غریب کی بیٹی جو چاہے شہزادہ
دیوار میں وہ اُسے زندہ گاڑ دیتا ہے

یہ دستِ عشق کی گستاخیاں ہیں کیا خاور
صبا نہ آئے تو کر بند کواڑ دیتا ہے

ڈاکٹر احمد منظور

چشمِ برہم سے مجھ کو تاڑ نہیں
آدمی ہوں کوئی پہاڑ نہیں

روح سے افتخار ہے ورنہ
جسم جیسا کوئی کباڑ نہیں

عیب چہرے میں ہے کہیں شاید
آئنے میں کوئی بگاڑ نہیں

خاک چھانی ہے ریگ زاروں کی
دشتِ دل سا کوئی اجاڑ نہیں

کیوں ہیں سائے مداخلت کے نشاں
دھوپ سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں

کیوں زمیں کا نقیب ڈھونڈتے ہو
کیا فلک میں کہیں دراڑ نہیں

جسم تبدیل ہو یہ ممکن ہے
روح کا کیا کوئی جگاڑ نہیں

حکم ہوگا کسی ارادے کا
خود ہوئے چاند کے تو پھاڑ نہیں

گاؤں کے لوگ گم ہوئے ہیں کہاں
شہر میں کوئی بھیڑ بھاڑ نہیں

بات منظور سنگ کی دیگر
آبگینہ کسی کی آڑ نہیں

ذہینہ صدیقی

دل کی بستی ابھی اجاڑ نہیں
اس میں رہنے میں کچھ بگاڑ نہیں

بند کیسے بھلا ہو دروازہ
تیرے گھر میں کوئی کواڑ نہیں

شیر کی ماند ہے مگر اس میں
شیر کی تو کوئی دہاڑ نہیں

کس طرح آئے اونٹ اب نیچے
اس جگہ تو کوئی پہاڑ نہیں

اب کریلا بھی چڑھ نہیں سکتا
نیم کا بھی تو کوئی جھاڑ نہیں

جھانک کر تم کو کس طرح دیکھوں
در تو ہے پر کوئی دراڑ نہیں

جس جگہ پر ذہینہؔ رہتی ہے
اس جگہ اب کوئی کباڑ نہیں

راجہ خرم زیب

کر دیا ہے اجاڑ میرا دیس
ایسے تو نہ بگاڑ میرا دیس

تجھ کو جنت لگے گی دنیا میں
تو کبھی آ کے تاڑ میرا دیس

بٹ گیا تین خاندانوں میں
لے گئی چیر پھاڑ میرا دیس

ہر کسی کو یہاں محبت ہے
تو نہ آ کر بگاڑ میرا دیس

غور سے دیکھ ہیرے لگتے ہیں
مت سمجھ تو کباڑ میرا دیس

مجھ کو منظر حسیں لگا ہے زیبؔ
گاؤں کے ہیں پہاڑ میرا دیس

رزاق تحسین

موسم اتر گیا ہے فضا میں دراڑ ہے
مرجھا گئے ہیں پھول کہ گلشن اجاڑ ہے

پھولوں کا کارواں ہے ہواؤں کے ساتھ ساتھ
خوشبو کا کھیل ہے کہ یہ پیڑوں کی آڑ ہے

پتوں سے پھوٹتی ہے ملائم سی روشنی
کتنی حسین سبزگی، کھیتوں میں جھاڑ ہے

آنکھیں بنائیں سیڑھیاں چلتے جہان میں
کیسے سدھار پاؤں گا کتنا بگاڑ ہے

عمرِ رواں نے لکھی ہیں دل کش کہانیاں
تحریر بے حساب کہ دانش کباڑ ہے

ہجر و وصال عشق میں لازم ہے دوستو
لیکن یہ درمیان جو اونچا پہاڑ ہے

ان انگلیوں نے دیکھی مسافت کی منزلیں
وہ کرب ناپتا ہے کہ ناخن میں ناڑ ہے

تحسیںؔ تیرے دل کے جزیروں کا وہ نشاں
دکھلائے ملک تیرا جو اندر کواڑ ہے

رزاق تحسین

دراڑیں

(سانیٹ)

وہ آشیانے نکھر رہے تھے
جو محنتوں سے اٹھائے تنکے
بکھر نہ جائیں بچائے تنکے
عدو پرندے گزر رہے تھے

گراں سما ہے اور انکے بچے
بلک رہے تھے پیاسے بھوکے
کہاں گئی ماں بھی دانہ چگنے
یہ گھونسلے ہیں ہمارے کچے

چلے بھی آؤ کہاں گئے تم
ترستی آنکھیں بلا رہی ہیں
یہ حال ہم کو سنا رہی ہے
چلے بھی آؤ جہاں گئے تم

ملے گا دانہ؟ کہ مر نہ جائیں
ہوئی ہے بارش دراڑیں آئیں

رزاق تحسین

محبتوں میں دراڑ آئی
عنایتوں میں دراڑ آئی

ہماری قسمیں جو تم نے کھائی
بغاوتوں میں دراڑ آئی

ہزار شکوے سنبھال رکھے
شرافتوں میں دراڑ آئی

خزاں نے پھولوں کا حسن چھینا
نزاکتوں میں دراڑ آئی

کسی کی یادیں بھلائے بیٹھے
امانتوں میں دراڑ آئی

مری تبسم سدا تھی روشن
ضرورتوں میں دراڑ آئی

ہے جان و دل سے عزیز لیکن
عداوتوں میں دراڑ آئی

رزاق تحسین

دراڑ
(ست رنگی)

سنو!
جمالِ حسن
مری وفا سے ہے
گھٹا چمن ہوئے خفا
سدا تری زباں بدل گئی
جہاں صدا گزر رہی میاں ترے
خموش ہے سماں وہیں جو آ گئی میاں دراڑ

روبینہ شاہین بینا

آج تو دال نہ چاڑ
گوشت سنڈے کا ہی ساڑ

حُسن پچھانتا ہے
دیدۂ عشق کا لاڑ

پانچ مرلے کا مکاں
اور دس مرلے کی باڑ

کچھ سمجھ آتی نہیں
تیری باتوں کی چنگاڑ

ایک کے شر کے سبب
سب کو پڑسکتی ہے جھاڑ

وقت کا غصہ وہی
پر کہاں اَمیوں کی آڑ

نذر کورُونا ہوئی
سب غریبوں کی دیہاڑ

ڈائٹنگ سے کیا ڈھلے
جسم کا ایک پہاڑ

پارلر یاترا تھی
اس طرح دیدے نہ پھاڑ

بے تکی کہہ دے غزل
آج یہ جھنڈا بھی گاڑ

سازؔ دہلوی

وہ میرا خط کیا کلیجے کو پھاڑ دیتا ہے
وہ کرتا کچھ بھی نہیں دم اکھاڑ دیتا ہے

جو آئے لطف پہ تو نذر گلستاں کر دے
نہیں تو سر پہ دکھوں کے پہاڑ دیتا ہے

چراغ عشق تری پھونک سے نہ گل ہو گا
چراغِ دل تو ہوا کو پچھاڑ دیتا ہے

مجال کیا جو کرے کوئی سامنا اس کا
بڑے بڑوں کو سرِ عام جھاڑ دیتا ہے

ذرا سی ٹھیس سے ہوتا ہے ریزہ ریزہ مگر
یہ شیشہ پھر بھی چراغوں کو آڑ دیتا ہے

کسی بھی حال میں رستہ نہ وہم کو مل جائے
یہ بدقماش دلوں کو اجاڑ دیتا ہے

امیرِ شہر کے گھر جا کے بھرتا ہے پانی
غریبِ شہر کو افسر لتاڑ دیتا ہے

رضا تمہاری کہ تم سازؔ کو ببول کہو
یہ خارِ حسن کی کھیتی کو باڑ دیتا ہے

سراج احمد حبیبیؔ نیپالی

دوش پہ اپنے باڑ رکھی ہے
جس نے دنیا اجاڑ رکھی ہے

آج بچنا بہت ہی مشکل ہے
سامنے تیرے آڑ رکھی ہے

ایک خواہش کے پیچھے بھاگتے ہیں
اپنی عادت بگاڑ رکھی ہے

چھوڑ کر جب سے وہ گئے مجھ کو
تب سے صورت بگاڑ رکھی ہے

رہ گزر ان کے آنے جانے کی
میں نے پلکوں سے جھاڑ رکھی ہے

دل میں اپنے حبیبی میں نے بھی
شاخِ الفت کی گاڑ رکھی ہے

سیّدہ منور جہاں منوّر

وہ تو ہستی مری اجاڑیں گے
مری بنیاد یوں اکھاڑیں گے

جب کبھی وہ سفر سے آئیں گے
ان کے دامن کی گرد جھاڑیں گے

دیکھ لینا مخالفو! اِک دن
پرچمِ عشق ہم بھی گاڑیں گے

دیکھ لینا نویسِ ظلم وستم
حق کے ہاتھوں سے ظلم پھاڑیں گے

میں تو آمادۂ شہادت ہوں
لوگ اب کیا مرا بگاڑیں گے

دشمنِ عشق کو سرِ میداں
اپنے اک عزم سے پچھاڑیں گے

سر پہ دستِ خدا کا سایہ ہے
اہل کیں کیا مرا بگاڑیں گے

عشق کی ہو کہ دشمنی کی ہو
ان کو ہر گام ہم پچھاڑیں گے

اے منوّر تمہارے گلشن کو
اپنے ہاتھوں سے وہ اجاڑیں گے

شرف الدین ساحل

قوم چندہ کی آڑ میں گم ہے
ساری ملت جگاڑ میں گم ہے

درس دیتی تھی جو محبت کا
قوم وہ بھی بگاڑ میں گم ہے

بعد تحقیق کے پتا یہ چلا
ایک بابا پہاڑ میں گم ہے

پھرتا ہے شہر شہر اب قاتل
جو حکومت کی آڑ میں گم ہے

رب سے دوری کی اک وجہ یہ بھی
زندگی بھیڑ بھاڑ میں گم ہے

جس پہ چھایا نشہ حکومت کا
مذہبی چھیڑ چھاڑ میں گم ہے

ماب لنچنگ کے نام پر ساحل
کوئی مذہب کی آڑ میں گم ہے

شفیق رائے پوری

نقوشِ امن و سکوں تک بگاڑ دیتی ہے
نہ پی، شراب گھروں کو اجاڑ دیتی ہے

نہ جانے سوچتی کیا ہے کسان کی بچی
وہ روز کھیت میں اک سکہ گاڑ دیتی ہے

خدا کرے کہ نہ آئے فساد کی آندھی
سہاگنوں کی یہ مانگیں اجاڑ دیتی ہے

کبھی خوشی ہمیں دیتی ہے رائی کی مانند
کبھی حیات غموں کا پہاڑ دیتی ہے

یہی ہوا کبھی دیتی ہے جان کو راحت
کبھی کبھی یہ شجر تک اکھاڑ دیتی ہے

ہوائیں چلتی ہیں جب جب مصیبتوں کی شفیق
چراغ زیست کو نیکی ہی آڑ دیتی ہے

شمیم چودھری

اِتنی چلی ہیں آج سرِ شام آندھیاں
سب بیچ ہی اُکھڑ گئے میرے کواڑ کے

جتنے بھی صحنِ دل میں تھے پودے لگے ہوئے
وہ لے گیا ہے جاتے ہوئے سب اُکھاڑ کے

اُڑتا ہوا غبار سرِ راہ دیکھ کر
واپس پلٹ میں آئی ہوں کپڑوں کو جھاڑ کے

سوئی نہیں ہوں رات بھر خوفِ خزاں سے میں
رکھ دے چمن مرا نہ کوئی پھر اُجاڑ کے

جس سے تھی میرے گھر کے دریچوں میں روشنی
وہ چاند چھپ گیا کہیں پیچھے پہاڑ کے

رکھا تھا جس کو بینت کے اپنے مکان میں
وہ لے گیا ہے اس کی بھی اینٹیں اُکھاڑ کے

ہونے نہ دے گا وہ مجھے جاں بر کبھی شمیم
اس طرح سے گیا ہے ترا غم لتاڑ کے

شمیم چودھری

اِن حادثوں کی آنکھ نہ کھل جائے پھر کہیں
بیٹھے ہوئے ہیں کب سے جواب میری تاڑ میں

اتنی ہیں برسی رات بھر آنکھوں سے بارشیں
پانی ٹھہر گیا ہے دلوں کی دراڑ میں

شب کا سکوت توڑ دیا آ کے چاند نے
اِک نور سا ہے پھیل گیا اس اُجاڑ میں

دل لے گیا تھا جو مرا ناز و ادا کے ساتھ
وہ بیچ آیا اِس کو ہے جا کے کباڑ میں

اُس بے وفا کے ناز اُٹھاؤں گی اب نہ میں
میری طرف سے جاتا ہے، تو جائے بھاڑ میں

اچھا نہ ہوگا اِس کا بھی انجام سوچ لے
کھیلا ہے اُس نے کھیل جو غیروں کی آڑ میں

جرمِ وفا میں کر کے ملوث مجھے شمیم
وہ جا چکا ہے چھوڑ کے مجھ کو اُجاڑ میں

شمیم چودھری

گرے ہیں سر پہ پہاڑ، غم ہے
بھرے گی کیسے دراڑ، غم ہے

اُجاڑ کر وہ وفا کی کھیتی
لگا گیا ہے وہ باڑ، غم ہے

یہ بادِ باراں کہاں سے آئی
گیا ہے چھپر جو پھاڑ، غم ہے

ہوائیں بھی ہیں بجا کے جاتی
کھلے ہیں جب سے کواڑ، غم ہے

وبا یہ کیسی جہاں میں آئی
گئی ہے پنجے جو گاڑ، غم ہے

کوئی نیا رنگ بخش اس کو
ہرے ہوں پھر سے اُجاڑ، غم ہے

تباہ کر کے شمیم پودے
لگا گیا ہے وہ باڑ، غم ہے

شمیم چودھری

وہ شیر کی طرح جو ابھی دہاڑ رہا ہے
ہاتھوں سے خود اپنی ہی قبا پھاڑ رہا ہے

مہمان بنایا تھا جسے دل کے مکاں میں
اکھڑی ہوئی اینٹوں کا بدن جھاڑ رہا ہے

قسمت میں جو خوشیاں تھیں مجھے ملنے لگی ہیں
غم دور کھڑا دل سے مجھے تاڑ رہا ہے

چاہت کے درختوں پہ ثمر آ نہیں سکتا
نفرت کی لگا پھر سے کوئی باڑ رہا ہے

شاخوں پہ چٹکتے ہوئے غنچوں کی فضا میں
بے رحم ہواؤں میں وہی آڑ رہا ہے

شمیم چودھری

ملنا ہے اگر اُس سے تو کوئی جگاڑ کر
زخموں کی اپنے پُر ذرا پھر سے دراڑ کر

اُٹھنے لگے ہوا کے بگولے ہیں ہر طرف
ڈرتی ہوں لے نہ جائیں وہ خیمے اُکھاڑ کر

آنے لگا چمن کے ہے غنچوں پہ پھر نکھار
جن کو چلی گئیں تھیں خزائیں لتاڑ کر

طوفان ِ آہ دوڑ رہا ہے تری طرف
جائے نکل نہ دل کے وہ چھپر کو پھاڑ کر

یہ برق آسماں کی کیوں آئی ہے طیش میں
کر دے نہ خاک آشیاں میرا وہ ساڑ کر

پٹ سینکڑوں ہیں درد کے کھلتے چلے گئے
اُتری ہے اُس کی یاد جو سینے کو پھاڑ کر

جس خیمۂ شمیم میں رکھا وہ عمر بھر
اُس کی ہی لے گیا ہے طنابیں اُکھاڑ کر

شمیم چودھری

پُر کرو وفاؤں سے
دل کی اِس دراڑ کو

راستہ بنا نیا
کاٹ کر پہاڑ کو

پھیلنے نہ دو کبھی
نفرتوں کی باڑ کو

بھرنا ہے گلاب سے
دشت کے اُجاڑ کو

گرنے سے بچا کے رکھ
ٹوٹے اس کواڑ کو

پھینک دو گلی میں اب
کچرے اور کباڑ کو

سوکھنے نہ دو شمیم
تم وفا کی باڑ کو

شمیم چودھری

وہ لے گیا گلوں کے جو پودے اُکھاڑ کے
رہنے لگے ہیں مضطرب کانٹے بھی باڑ کے

یہ کس نے آ کے دی ہیں در دل پہ دستکیں
پٹ کھل گئے ہیں دونوں ہی دل کے کواڑ کے

اس کے ہوئے ہیں جب سے رقیبوں سے رابطے
وہ بولنے لگا ہے خرابے میں دہاڑ کے

تکیے کے نیچے رکھی تھی تصویر جو تری
وہ پھینک آیا جا کے ہے کچرے میں پھاڑ کے

بستر سے جس نے آج تک اُٹھنے نہیں دیا
ایسا گیا ہے مجھ کو ترا غم لتاڑ کے

فرسودہ سی کتابیں جو رکھی تھیں باندھ کر
الماریوں میں رکھ لیں ہیں وہ پھر پچھاڑ کے

جب سے کھلے ہیں گھر کے دریچے مرے شمیم
ہر شخص مجھ کو جاتا ہے جانے کیوں تاڑ کے

شمیم چودھری

(پنجابی)

گیا سون تے مڑ کے ہاڑ آیا
بوٹے عشق دے سارے ساڑ آیا

کھڑے پھُل سی جیڑے کیاریاں وچ
او جڑ توں سارے اُکھاڑ آیا

حدوں پیار دی منزل کول آئی
کھٹ راہ وچ میرے او چھاڑ آیا

بوہا کھول کے ہجر دے ویڑے دا
میتوں اندر او دے او واڑ آیا

او دے غصے نوں ویخ کے لگدا اے
نواں چن کوئی آ چاڑ آیا

او دا گھر کدی وی وس دا نئیں
جیڑا کسے دے گھر نوں اُجاڑ آیا

سُن طعنے سارے جگ دے شمیم
سر آپے ای اپنا پاڑ آیا

شمیم چودھری

دیکھ یوں نہ تاڑ کر
صورتیں بگاڑ کر

ظلمتوں کے شہر میں
امن کی تو باڑ کر

گردشِ جہان کو
گھوم جا لتاڑ کر

عالم جدائی میں
رو نہ ایسے دہاڑ کر

ستم بھی دیکھتے ہیں اب
مجھ کو آنکھیں پھاڑ کر

دل کی بے قراریاں
غم میں گئیں گاڑ کر

پھولوں کا یہ پیرہن
کانٹے گئے پھاڑ کر

شمیم چودھری

وہ آکے برج وفا کے اُکھاڑ جائے گا
شجر کی کونپلیں ساری وہ جھاڑ جائے گا

وہ رکھ کے اپنا تعلق بھی خارزاروں سے
مزید چاک گریباں کو پھاڑ جائے گا

کوئی حقیر سی شے جان کر مرے دل کو
لگا کے آگ کا بھانبڑ وہ ساڑ جائے گا

مجھے رویے سے اس کے تو یہ نہیں لگتا
کہ پُر وہ کر کے یہ دل کی دراڑ جائے گا

دکھا کے نقشہ نئے شہر کا مکینوں کو
وہ اُن کی بستیاں پھر سے اُجاڑ جائے گا

مسرتوں کو غریبوں میں بانٹ کر ساری
محبتوں کی وہ کر کے بوچھاڑ جائے گا

گھنے درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر وہ شمیم
کہاں چھپے ہیں پرندے وہ تاڑ جائے گا

صادق انور اشرفی نذیری

یہ کیسے لوگ ہیں غربت کی آڑ دیتے ہیں
بسی بسائی یہ بستی اجاڑ دیتے ہیں

کبھی جو ہم کو سکوں ملنے والا رہتا ہے
یہ ہر سکون کو آ کے بگاڑ دیتے ہیں

یہ ظلم کرتے ہیں جیسے یہ ظلم ہے ہی نہیں
یہ ظلم کرنے میں سب کو پچھاڑ دیتے ہیں

کبھی یہ پیار کے اسباق دے نہیں سکتے
مگر یہ دل میں کبھی کے دراڑ دیتے ہیں

یہ کہتے جھوٹ ہیں جیسے کہ سچ یہی ہے بس
یہ اس میں شیطاں کو دیکھو پچھاڑ دیتے ہیں

یہی ہیں چور یہی امن کے بھی دشمن ہیں
یہ چوری کرنے کا سب کو جگاڑ دیتے ہیں

یہ اچھے دن کا بھی سپنا دکھاتے ہیں انور
یہ دام سونے کا لیکر کباڑ دیتے ہیں

ضیا شہزاد

ہمت اگر ہے گردشِ حالات کو پچھاڑ
ورنہ کبھی نہ پٹ سکے گی زیست کی دراڑ
حالات کا ستم ہے کبھی خواب ڈھیر ہیں
اپنے ہنر کا جھونک نہ پایا میں کوئی بھاڑ
ہر لمحہ اپنے ذہن میں خیبر شکن کو رکھ
آگے قدم بڑھا کے ستم کا یہ در اکھاڑ
تعمیرِ ملک و قوم ابھی تک نہ ہو سکی
طرزِ سیاسیات کا سارا ہے یہ بگاڑ
تم اپنے گھر میں خوش رہو ہم اپنے گھر میں خوش
ہوتی نہیں ہے اچھی پڑوسی سے چھیڑ چھاڑ
مانا کہ زندگی میں حوادث رہے بہت
بہتر ہے فکرِ فردا ہو ماضی کی گرد جھاڑ
شرم و حیا مسلماں کے ایمان کا ہے جز
نظریں جھکا کے رہنا کسی کو کبھی نہ تاڑ
مدت سے درِ نصیب کا مجھ پر ہوا ہے بند
دستک دی بار بار نہ کھل پائے یہ کواڑ
اب محفلِ سخن بھی رقیبوں کے نام ہے
میری سخنوری پہ لگائیں حسد کی باڑ
کیا کیجئے کہ زندگی بے مول ہو گئی
سوداگروں نے نرخ کا پرچہ دیا ہے پھاڑ
گھر کا رہا نہ گھاٹ کا بے در ہوا ہوں میں
اس عاشقی کے پھیر میں دنیا ہے لی اجاڑ
اپنے ہی لوگ راہ میں دیوار بن گئے
برسوں سے ہو رہا ہے مرے ساتھ یہ کھلواڑ
آدھے ہیں دینی آدھے سیاسی ہیں رہنما
شہزاد کام ہوتے ہیں مذہب کی لے کے آڑ

عبدالغنی ماہرؔ

رکھ دے غموں کو سارے کنارے پہ جھاڑ کر
پھر بے وفا کی یاد میں آہیں پہاڑ کر

لینے ہی انتقام جفاگر کے گھر گیا
لیکن میں لوٹ آگیا خود کو پچھاڑ کر

نظریں ملیں جو ناز سے بجلی کڑک گئی
پچھتا رہا ہوں آتشی آنکھوں کو تاڑ کر

چوری ہوا ہے دل مرا کر لو یقیں صنم
بولو تو میں دکھاؤں یہ سینے کو پھاڑ کر

لکھے تھے چند عشق کے جملے صنم کے نام
لیکن رقیب نے مرا خط رکھا پھاڑ کر

میکش شراب نینوں کی پینا تو چھوڑ دے
رکھ دیں گی مست آنکھیں وہ عادت بگاڑ کر

اسلام نے ہی سب کو برابر کا حق دیا
جاہل تو ورنہ رکھتے تھے بیٹی کو گاڑ کر

ماہرؔ نے مانگی یار سے اک پیار کی نظر
اس نے تو زندگی مری رکھ دی اجاڑ کر

فہد علی عزیزیؔ

سرِ غزل ہے قوافی کو ایک آڑ ردیف
مری غزل کی چھپالیتا ہے دراڑ ردیف

قنات حسنِ غزل کی جو روکتی ہو تجھے
ہراک شعر کے کونے پہ کوئی گاڑ ردیف

یہ ناز و نخوتِ اشعار کی محافظ ہے
لگی ہے شعر کی دم پر بطور باڑ ردیف

کہیں غزل کے محاسن کو نظرِ بد نہ لگے
مکانِ شعر غزل ہے تو ہے کِواڑ ردیف

تو چاہتا ہیصنم پر اگر غزل لکھنا
تو ساتھ ساتھ قوافی کے کوئی گاڑ ردیف

طنابیں شعر کی نکلی تو شعر ناچے گا
یقین جان تو شعروں سے مت اکھاڑ ردیف

اسے مقام بھی دے اس کا احترام بھی کر
تری غزل کو عزیزی نہ دے اجاڑ ردیف

فیصل عادل

جو تھا مکتوب مرے چہرے پہ وہ تاڑ لیا
دامن اپنا بڑی آسانی سے پھر جھاڑ لیا

پی کے مے تیرے تصور کی ہوا دل بدمست
دستِ تخئیل سے ملبوسِ خرد پھاڑ لیا

عقل ششدر ہے کہ اب پاؤں اکھاڑے کیسے
کتنی چالاکی سے وہ دل میں قدم گاڑ لیا

باغِ وجدان کی صورت ملا لطفِ فقدان
نخلِ دل دے کے میں خرسندی کے سو تاڑ لیا

کیا خریدے ہو جو پوچھا تو کہا اس سے رقیب
دانے طعنے کے بھنوں اس لیے اک بھاڑ لیا

قیوم طاہر

زندگی اس قدر اجاڑ نہ ہو
کوئی سایہ، کہیں پہ آڑ نہ ہو

ہر طرف دشت ہو اداسی کا
ابر و سبزہ لیے پہاڑ نہ ہو

خوف عفریت بھی ہر اک دل میں
جاں بچانے کو کوئی باڑ نہ ہو

(بہ نذر قیوم طاہر از ہمدم)

تجھ کو چھیڑے ہوا دسمبر کی
تیری بستی میں کوئی باڑ نہ ہو

وہ بھی کوئی مکاں ہے جس کے گرد
شوخ پھول کی کوئی باڑ نہ ہو

محمد ہاشم آثر چشتی

سکوں دیا نہ کسی نے کبھی نہ لاڑ دیا
جو کچھ دیا بھی تو غم کا مجھے پہاڑ دیا

سمجھ کے مجھ کو غریب الوطن تنِ تنہا
جہاں بھی جس نے بھی دیکھا وہیں لتاڑ دیا

نہ تتلیوں کا بسیرا رہا نہ رونقِ گل
خزاں نے آکے نظامِ چمن بگاڑ دیا

مصیبتوں نے بنایا ہے نیم جاں مجھ کو
غموں نے خرمنِ ہستی مرا اجاڑ دیا

دیا تھا ان کو پیامِ وفا بذریعۂ خط
لکھا جو دیکھا مرا نام جھٹ سے پھاڑ دیا

جہاں پہ سب سے زیادہ تھا نفرتوں کا چلن
وہیں پہ ہم نے نشانِ وفا کو گاڑ دیا

لگا ہے جس پہ بھی لو میرے قتل کا الزام
اثر اسی نے گریباں کو اپنے جھاڑ دیا

محمد ہاشم آثر چشتی

میں بے خودی میں ہوں اے ہوش دیکھ راڑ نہ کر
دل و دماغ میں پیدا مرے دراڑ نہ کر

سن اے خیالِ دگر آکے وقتِ تنہائی
خیالِ یار کی دنیا میں تو اجاڑ نہ کر

جو اُن کے اور مرے درمیاں تعلق ہے
جہاں سے کہدو کہ اُس میں کوئی بگاڑ نہ کر

ہے زور کتنا ترے بازوؤں میں آ دیکھیں
رقیبِ جان کہیں دور سے دہاڑ نہ کر

ہے ابتدائے جنوں صبر کر اے تیرِ نظر
جگر سے میرے ابھی اتنی چھیڑ چھاڑ نہ کر

خدا کرے نہ . ترے بعد کیسے گذرے گی
تو ٹوٹ ٹوٹ کے اس درجہ مجھ سے لاڑ نہ کر

نہ جانے کون گھڑی کوئی آکے مہماں ہو
کھلا ہی چھوڑ اثر گھر کو بند کواڑ نہ کر

منور پاشا ساحلؔ تماپوری

بگڑے ہوئے ہیں کام جو ہم تاڑ آئیں گے
مشکل میں یوں بنا کے کوئی آڑ آئیں گے

ہر اک ستم کو ان کے بھلانے کے واسطے
دل میں خلوص و پیار کو ہم گاڑ آئیں گے

موقع ملے تو یہ بھی کسی دن کریں گے ہم
رنجور دل کے سارے گلے جھاڑ آئیں گے

یہ بات اور ہے کہ ہیں امن و اماں کے پیر
لیکن شدید وقت پہ سب پھاڑ آئیں گے

جس میں ہے جتنا دم یہاں خود آزمالے وہ
ہم کو یقین ہے کہ ابھی بھاڑ آئیں گے

اس وقت کام خیر نہ ثالث ہی آئے گا
رشتوں میں جب شکوک لیے آڑ آئیں گے

نادیہ سحرؔ

دل کی بستی گیا اجاڑ کوئی
آ گرا سر پہ اک پہاڑ کوئی

دور تک دھوپ کا بیاباں ہے
اور حاصل نہیں ہے آڑ کوئی

در ہوا بند اب تمنا کا
کھٹکھٹاتا رہے کواڑ کوئی

دکھ کہیں اور چپ رہیں کیسے
دل ہے سینے میں یا پہاڑ کوئی

آج وقتِ جدائی یاد آیا
کیوں پڑی روح میں دراڑ کوئی

پھول کیسے کوئی کھلے گا سحرؔ
ہر طرف جب ہو غم کی باڑ کوئی

نسیم بیگم

عقل کی ضد میں چھیڑ چھاڑ میں ہے
جذبۂ دل جنوں کی آڑ میں ہے

اس دلِ مضطرب کو کیا ڈھونڈوں
کھو گیا اب وہ بھیڑ بھاڑ میں ہے

چھیڑتی ہے خدا کی قدرت کو
عقل ہی دہر کے بگاڑ میں ہے

پڑ گئی تیرے میرے بیچ دراڑ
درد اس بیچ کی دراڑ میں ہے

درد اگلا تھا بے وفائی نے
اب مسیحائی چیر پھاڑ میں ہے

کون جھیلے تپش مری خاطر
میرا سایہ بھی میری آڑ میں ہے

وقت! ٹھوکر میں تیری دنیا ہے
اک تجربہ تری لتاڑ میں ہے

ہر طرف دشت کی یہ ویرانی
گونج تنہائی کی دہاڑ میں ہے

مژدہ آنے کا تیرے صبحِ نسیم
آس اک گلشنِ اجاڑ میں ہے

نسیم بیگم

دراڑ
(ست رنگی)

اک دراڑ
درد کی اک دراڑ
عشق میں درد کی اک دراڑ
پڑ گئی تیرے اور میرے بیچ اک دراڑ
پاٹتے پاٹتے مدتیں ہو گئیں ہم نفس
جب چلوں، درد آگ آتا ہے درمیاں، اور پھر فاصلہ
زیست کو لے کے گم ہو گئی الاماں! اک دراڑ عشق میں درد کی

نوید ظفر کیانی

رستے ہیں پہاڑ، ڈھونڈتا ہوں
منظر کا اُپاڑ ڈھونڈتا ہوں

ڈھونڈوں میں وفائیں دورِ زر میں
کہ چیت میں ہاڑ ڈھونڈتا ہوں

وہ لے گیا کیسے مجھ کو مجھ سے
میں خود میں دراڑ ڈھونڈتا ہوں

کب سے درِ خانہ چھوڑ آیا
دنیا کے کواڑ ڈھونڈتا ہوں

نکلا ہوں میں جب سے اُس گلی سے
جینے کا جگاڑ ڈھونڈتا ہوں

درکار سلامتی چمن کی
سو خود پہ بھی باڑ ڈھونڈتا ہوں

ڈرتا بھی ہوں شعلوں کی لپک سے
سورج کی بھی آڑ ڈھونڈتا ہوں

رکھا گیا کیسے چاک پر ہے
بن بن کے بگاڑ ڈھونڈتا ہوں

ظفر نہیں ملتی پیار کی بھوک
اب خار میں لاڑ ڈھونڈتا ہوں

نوید ظفر کیانی

کوئی تنہا جو سیر کی خاطر "مشک بوری" پہاڑ میں جائے
فیس بک پر مجھے نہ ٹیگ کرے، میری جانب سے بھاڑ میں جائے

لے کے تاڑو بھری نظر کو میں، دیکھتا ہوں محلے بھر کو میں
میری گھر والی آج شاپنگ کو کس پڑوسن کے ساڑ میں جائے

سب کو جتلا دیا کرونا نے، زور و زر پر عبث ہیں اِترانے
کیا خبر کون کون دنیا میں، اِس اُکھاڑ و پچھاڑ میں جائے

کیا ملے گا بُرائیاں کر کے، تیرا ابا تو مان کر ہی نہ دے
اُلٹی ہو جائیں ساری تدبیریں، ہر بناؤ بگاڑ میں جائے

اُس کو بارش میں رُلنے کا خطرہ، اِس کو میک اپ کے ڈھلنے کا خطرہ
عشق بھی بچ بچا کے نکلا ہے، حسن بھی آڑ آڑ میں جائے

جانے کب کون ٹی ٹی دِکھلا کر چھین لے مجھ سے میرا فون و زر
ہائے کیسے ضروری کام سے بھی کوئی کوئے اُجاڑ میں جائے

میری تقدیر کا جو تالا ہے، ڈھیٹ تم سا جناب والا ہے
کھل جا سم سم سے بھی نہ کھل پائے، کوئی کس کس جگاڑ میں جائے

چارپائی جو میری بیوی بنے، تو یہ ممکن نہیں کہ یوں نہ کرے
میری لائی نواڑ کم جو پڑے، میری تائی نواڑ میں جائے

اُس کو کہتی ہے قیس تو لیلیٰ، وہ تو چوزہ ہے ایک شیور کا
عشق کا امتحان کیا دے گا، وہ تو بس ایک جھاڑ میں جائے

داؤ چل جائے تیری بیگم کا تو غریبوں کی جان چھوٹے ظفر
یہ جو دیوان ہے تیرا من بھر، سارا ردی کباڑ میں جائے

ہاشم علی خان ہمدم

سخن کی آڑ سے الجھے ہوئے کواڑ کے ساتھ
غزل کیا تجھے آنکھوں سے چھیڑ چھاڑ کے ساتھ
یہ فصلِ گل تو اگائی گئی ہے تیرے لیے
کسی کے پھول نہیں کھل رہے تھے باڑ کے ساتھ
خیال و خواب میں رکھی ہے ہجر زاد لکیر
بنا لیا ہے محبت کا گھر دراڑ کے ساتھ
کسی کھنڈر سے اٹھایا گیا جدید مکاں
کھنچا ہے خواب کا نقشِ دروں اجاڑ کے ساتھ
فقط یہ چاکِ گریباں نہیں ہے عشق کا حل
علاج ! کچھ تو مرے دل کا چیر پھاڑ کے ساتھ
کسی کی سرد خیالی نے برف اوڑھی ہے
مزاج گرم ہوا ہے کسی کا ہاڑ کے ساتھ
ہم اہلِ عشق ، حدود و قیود رکھتے ہیں
کبھی ہیں دشت کے راہی ، کبھی پہاڑ کے ساتھ
یہ شہر اہلِ ہوس ہے، سخن فروش میاں!
سو بک رہی ہیں کتابیں یہاں کباڑ کے ساتھ
یہ مافیا کے منافق ، رہے کسی کے نہیں
کبھی ملیچھ کے ساتھی ، کبھی کراڑ کے ساتھ
یہ چار دن کا تعلق ہے ، پائدار نہیں
سو، چل رہی ہے یہ گاڑی کسی جگاڑ کے ساتھ
وہ جس کے بوجھ سے اٹھتے نہیں خمیدہ بدن
مقابلہ ہے دلوں کا اسی تراڑ کے ساتھ
یہ چیخ حرف کے سینے سے یوں نہیں نکلی
غزال دشت پہ جھپٹا ہے شیر دھاڑ کے ساتھ
یہ در یونہی نہیں کھلتا چراغ سے ہمدم
کوئی نہ کوئی تعلق تو ہے دراڑ کے ساتھ

ہریرہ شہزادوارثی

دراڑ

حاسد ہے، بے حیا ہے، نہیں رکھتی آڑ ہے
کیسے کہیں کہ کیسی یہ ہوتی دراڑ ہے

سرگوشیوں کی راہ کو ہموار یہ کرے
بحث و مباحثہ بھی کرے مار بھی کرے
رشتے کو داغ دار بھی سوبار یہ کرے
جھگڑا ہے چھن جھپٹ ہے جھاڑو کی جھاڑ ہے
کیسے کہیں کہ کیسی یہ ہوتی دراڑ ہے

بنیاد یہ ہلادے گھروں کی گرائے چھت
ہیں دیکھتے پڑوسی تماشا جو ڈھائے چھت
بڑھتا شگاف اور ہے جب بھی چھوائے چھت
معمار جو بنا نہ سکیں وہ اجاڑ ہے
کیسے کہیں کہ کیسی یہ ہوتی دراڑ ہے

کیڑے مکوڑے اس کے ہی بل سے نکل پڑے
کھانے کی دیگچی پہ یہ ہر چیز پر چڑھے
گھر سے ہریرہ ہم بھی تو ڈر سے نکل گئے
دوسار اس کے آگے تو پربت پہاڑ ہے
کیسے کہیں کہ کیسی یہ ہوتی دراڑ ہے

رانا عبداللہ آیان

عشق زندہ ہی گاڑ دیتا ہے
جسم و جاں کو اُکھاڑ دیتا ہے

جہاں کچھ بھی نہ ہو سکے وہ وہاں
کوئی اپنا جگاڑ دیتا ہے

اولاً دل کو دیتا ہے یہ ہوا
عشق پھر اس کو پھاڑ دیتا ہے

عشق بھی ایک ایسا فتنہ ہے
آدمی کو اُجاڑ دیتا ہے

ساتھ اپنوں کا ہو اگر شامل
دشمنوں کو پچھاڑ دیتا ہے

عشق والا جسے بھی روگ لگے
سب جہاں چھوڑ چھاڑ دیتا ہے

سیّد خورشید نواز لائق بخاری

لفظ ہے کہ پہاڑ لکھا ہے
ہر زمیں پر دراڑ لکھا ہے

صاف رستہ دکھائی دیتا ہے
موڑ پہ صرف جھاڑ لکھا ہے

جب بھی قرطاسِ زیست کو دیکھا
سامنے آڑ، باڑ لکھا ہے

کھیل میں ہوشیار کتنا ہے
لگتا ہے جیسے جھاڑ لکھا ہے

ہو گئی ہر طرف صفائی سی
ہر جگہ پہ کباڑ لکھا ہے

کھیت میں ترچھی آڑ ہو جیسے
ویسے الجھا سا گاڑ لکھا ہے

اقبال اشعرؔ



نام محمد اقبال، تخلص اشعرؔ، تعلیم: ایم فل۔ درس و تدریس کے پیشے سے منسلک ہیں۔ اٹک، پاکستان میں رہائش رکھتے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۱۹۹۹ء میں کی۔ اصنافِ سخن میں غزل، نظم، حمد و نعت اظہار کا مرغوب وسیلہ ہیں۔ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی، نہ ہی مستقبل قریب میں اس کا امکان ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

پھرتے ہیں تتلیوں سے گریزاں کیئے ہوئے ۔۔۔ اشعرؔ ستا رہی ہیں یہ موسم کی تلخیاں

ای میل sardariqbal.ak@gmail.com

ذہینہ صدیقی



نام ذہینہ صدیقی، تخلص ذہینہ، انگریزی اور اردو میں ایم۔ اے، ایم۔ ایڈ ہے، علاوہ ازیں آیورویدرتن، براڈکاسٹنگ اور اینکرنگ کی ٹریننگ، اسکرپٹ رائٹنگ اور ایڈیٹنگ کی ٹریننگ کے کورس کیے ہوئے ہیں۔ ٹیچنگ اور براڈکاسٹنگ کے شعبوں سے وابستہ ہیں۔ رہائش نئی دہلی میں ہے۔ شاعری کی ابتدا نویں کلاس سے ہوئی۔ پسندیدہ اصنافِ سخن میں غزل، نظم، قطعات، افسانے، کہانیاں وغیرہ شامل ہیں۔ دو شعری مجموعے زیرِ اشاعت ہیں۔

ارسلان اللہ خان

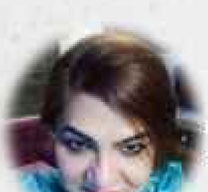


نام ارسلان اللہ خان، تخلص ارسلان/ ارسل، تعلیم ایم بی اے، ایم اے اسلامک کلچر۔ پیشہ درس و تدریس ہے۔ حیدر آباد، پاکستان میں رہائش ہے۔ شاعری کی ابتدا ۲۰۰۷ء میں کی۔ اصنافِ سخن میں نظم، غزل، نعت گوئی، منقبت، ہزل، مضمون نگاری، افسانے وغیرہ میں خامہ فرسائی فرماتے ہیں۔ تا حال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

گر کورونا سے بچا، بھوک سے مر جائے گا ۔۔۔ ارسلاںؔ مجھ کو گماں ہے کہ کراچی کا غریب

ای میل Khanarsalanullah@gmail.com

جیا قریشی



نام حمیدہ قریشی، تخلص جیا قریشی، تعلیم بی ایس سی بی ایڈ، شعبۂ تعلیم سے وابستہ ہیں۔ اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری لگ بھگ دس سال سے کر رہی ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کا ایک مجموعۂ کلام بعنوان ”مجھے بھی سانس لینے دو“ شائع ہو چکا ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے۔

عورت ہوں مگر مرد پہ سرداری کروں گی ۔۔۔ کردار زمانے پہ جیاؔ راج کرے گا

ای میل jiya.qureshi@gmail.com

نسیم بیگم



نام نسیم بیگم، تخلص نسیم، تعلیم ایم، اے (اردو)، بی، لیب (لائبریری سائنس)۔ ہاؤس وائف ہیں۔ دہلی، بھارت میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتداء بچپن سے ہی ابتدا ہوگئی تھی لیکن درمیان تیس سال کے طویل وقفے کے بعد ۲۰۱۶ء سے دوبارہ شروعات کی ہے۔ اصناف سخن میں غزل، نظم، قطعہ۔ تصنیف ابھی تک کوئی نہیں ہے۔ نمائندہ شعر ہے ۔

درد کیوں شعر سے ٹپکتا ہے آیئے دل نچوڑ کر دیکھیں

ای میل osamashahid04@hotmail.com

محمد سراج احمد حبیبی نیپالی



نام محمد سراج احمد، تخلص حبیبی، برہمپوری گاؤ پالیکا، وارڈ نمبرا، دوایا ملنگوا ضلع سرلاہی نیپال میں رہتے ہیں۔ تعلیم درجۂ عالیت تک حاصل کی۔ درس وتدریس کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، غزل وغیرہ میں خامہ فرسائی کرنا پسند فرماتے ہیں۔ ایک نعتیہ مجموعہ "عشق حبیب" متوقع ہے۔ نمائندہ شعر ہے ۔

مجھ کو بھاتی ہی نہیں ہے اب جہاں کی زیبائش وہ سراپا ناز مرے دل کے کاشانے میں ہے

ای میل MdserajAhmadhabib@mail.com

فیصل عادل



نام محمد فیصل، قلمی نام حافظ فیصل عادل، چنئی، بھارت میں مقیم ہیں۔ تعلیم حفظ، فاضل جامعہ دارالسلام عمر آباد، ایم اے عربی مدراس یونیورسٹی چنئی۔ شعبہ عربی خلیج جونئر کالج مدراس میں لیکچرر ہیں۔ شاعری کی ابتدا تعلیم ۲۰۰۸ء سے کی۔ غزل، نظم، رباعی، حمد، نعت میں لکھنا مرغوب ہے۔ ان کا نمائندہ شعر ہے ۔

جیسے اس کے لیے میں تھا کوئی ممنوع کتاب دور سے دیکھا فقط اور پڑھا کچھ بھی نہیں

ای میل aadil999faisal@gmail.com

راجہ خرم زیب



نام راجہ خرم زیب، تخلص ابھی سوچا نہیں۔ کبھی خرم اور کبھی کمال لکھتا ہوں۔ ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ سے جیالوجی میں بی ایس کر رہے ہیں۔ ضلع مانسہرہ تحصیل بالاکوٹ شہر وادی کاغان میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء بچپن سے ہے لیکن ۲۰۱۸ء سے باقاعدہ آغاز کیا۔ غزل اور نظم لکھنا پسند کرتے ہیں۔ نمائندہ شعر ہے ۔

ہم غریبوں کے گھر نہیں ہوتے ہوتے بھی ہیں مگر نہیں ہوتے

نوید ظفر کیانی



نام نوید کیانی، تخلص ظفر، تعلیم ایم ایس سی (کمپیوٹر سائنس)، رہائش اسلام آباد میں اختیار کیے ہوئے ہیں۔ایک نیم سرکاری ادارے میں ملازمت کر رہے ہیں۔شاعری کی ابتدا بچپن سے ہوئی۔پسندیدہ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، غزل، لمرک، ہائیکو، قطعات، انشائیہ، فکاہیہ مضمون، ڈرامہ وغیرہ شامل ہیں۔شاعری کی بہت سی برقی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں جہاںِ دگر، اور بارش ہو، ڈنکے کی چوٹ، ڈھول کا پول، زبان درازیاں، کھری کھری، وگڑ دگڑ وغیرہ شامل ہیں۔

ای میل nzkiani@gmail.com

نادیہ سحر

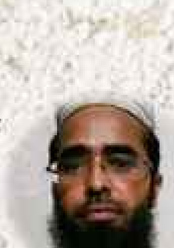


نام نادیہ سحر، تخلص سحر، تعلیم بی اے، ملتان میں رہائش پذیر ہیں۔شاعری کی ابتداء ۱۹۹۸ء میں کی جو تا حال پورے زور وشور سے جاری ہے۔اصنافِ سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز و مزاح میں طبع آزمائی کرتی رہتی ہیں۔کتاب فی الحال کوئی شائع نہیں ہوئی تاہم ایک شعری مجموعہ زیرِ اشاعت ہے۔ان کا نمائندہ شعر ہے۔

تو نے دُکھتا ہوا دل، اور دُکھا ڈالا ہے　　　　ایسے ہوتے ہیں مسیحا؟ یہ مسیحائی ہے؟

ای میل nadiasahar7500@gmail.com

فہد علی عزیزی



نام فہد علی، تخلص عزیزی، ایم اے اسلامیات/ایم اے عربی کیا ہوا ہے۔درس و تدریس سے وابستہ ہیں۔رہائش کراچی میں ہے۔شاعری کی ابتدا ۲۰۱۶ء میں ہوئی۔اصنافِ سخن میں نعت، منقبت، غزل، نظم، قطعات وغیرہ پسندیدہ اصناف ہیں۔فی الحال کتاب کوئی شائع نہیں ہوئی۔ان کا نمائندہ شعر ہے۔

مفلس کی گدائی کا ہے تریاق کراچی　　　　ہے شہر مرا شہرۂ آفاق کراچی

ہاشم علی خان ہمدم



نام ہاشم علی خان، تخلص ہمدم، تعلیم ایم اے (اردو، انگریزی)، درس و تدریس سے وابستہ ہیں، ایف جی ڈگری کالج واہ کینٹ میں لیکچرار اردو کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔رہائش خودہ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک، پنجاب، پاکستان میں ہے۔شاعری ۱۹۹۲ء میں کالج دور سے شروع کی۔اصنافِ سخن میں حمد، نعت، سلام، منقبت، غزل، نظم، طنز و مزاح پر طبع آزمائی فرما چکے ہیں۔مختصر شعری مجموعہ "موج غزل" شائع ہو چکا ہے۔نمائندہ شعر ہے۔

یہ کس نے مجھ پہ محبت کا دم کیا ہوا ہے　　　　کہ اپنے آپ سے ملنا بھی کم کیا ہوا ہے

ای میل ایڈریس itshamdam@mail.com

محمد ہاشم آثر چشتی



نام محمد ہاشم، تخلص آثر چشتی، درجہ پانچ تک تعلیم حاصل کی۔ تجارت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ قصبہ گوپیشور، ضلع چمولی، اترا کھنڈ، انڈیا سے تعلق ہے۔ شاعری کی ابتدا تقریباً ۲۰۰۰ء کو ہوئی۔ اصنافِ سخن میں حمد و نعت و منقبت اور غزل محبوب ترین اصنافِ سخن ہیں۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

بے وفائی سے موت اچھی ہے　　زندہ رہئے وباوفا ہو کر

صادق انور اثری نذیری



نام صادق انور اثری نذیری، تخلص انورؔ، تعلیم عالم دین و متخصص فی الحدیث۔ مدرس ہیں۔ رہائشی شہر بہار، ہندوستان ہے۔ شاعری کی ابتداء اپریل ۲۰۲۰ء میں کی۔ اصناف شاعری میں حمد، نعت، غزل، نظم لکھنا پسند کرتے ہیں۔ فی الحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

انورؔ تو گھر سے دور ہے پردیس میں پھنسا　　بریانی ماں کے ہاتھ کی کھاؤں میں کس طرح

ای میل mdsadiqueanwar95@gmail.com

شمیم چودھری



نام شمیم چودھری، یہی قلمی نام بھی ہے۔ کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ گھریلو خاتون ہیں۔ شاعری خاصے طویل عرصے سے کر رہی ہیں تاہم ابھی تک شاعری کی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان میں بھی شعر کہتی ہیں۔ غزل کو ابلاغ کا پسندیدہ ذریعہ جانتی ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

میں تے ساری دنیا پھرلئی، ماں نئیں لبھدی　　اوہدے پیار دی کدرے ٹھنڈی چھاں نئیں لبھدی

عبدالغنی ماہر



نام عابد عبدالغنی، تخلص ماہرؔ، ایل ایل ایم کیا ہوا ہے اور وکالت کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ ورنگل، حیدرآباد، انڈیا سے تعلق ہے۔ شاعری کی ابتدا تقریباً ۲۰۱۱ء کو ہوئی۔ اصنافِ سخن میں غزل محبوب ترین صنفِ سخن ہیں۔ کتاب ابھی تک کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

جسم کو تو قید کر سکتے ہو لیکن یاد ہو　　تم خیالوں کو جکڑ سکتے نہیں زنجیر سے

ای میل　ghaniabdula@gmail.com

خاورؔ چشتی



نام خاور مشتاق چشتی، تخلص خاورؔ چشتی، تعلیم ایم اے ایڈمنسٹریشن (سائنس)۔ پیشہ ریٹائرڈ بینکار۔ رہائش بہاولپور (پاکستان) میں ہے۔ شاعری کی ابتداء سکول کے زمانے سے کی۔ تصنیف فی الحال کوئی نہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

کسی سے کچھ نہ کہا خود بکھر گیا چپ چاپ　　میں ایک لمحہ تھا، جیسے گزر گیا چپ چاپ

ای میل ایڈریس　khawar.chishti@gmail.com

ضیاءؔ شہزاد



نام ضیاء الدین، قلمی نام ضیاء شہزاد، ۲۷؍جنوری ۱۹۳۲ء کو باول، ہریانہ، انڈیا میں پیدا ہوئے۔ صحافت میں ایم اے کر رکھا ہے۔ مختلف اخبارات و جرائد سے وابستہ رہے۔ ذاتی روزنامہ قومی اتحاد جاری کیا۔ ماہنامہ "سات رنگ ڈائجسٹ" اور "داستان ڈائجسٹ" کے مدیر رہے۔ ذاتی فلم "دلاری" بنائی، جس کے سکرپٹ رائٹر، ڈائریکٹر اور پروڈیوسر خود تھے۔ بے شمار فلموں کے سکرپٹ اور گیت لکھے۔ مختلف ڈائجسٹوں میں افسانے، قسط وار و مختصر کہانیاں لکھیں۔ اِن کی کتابوں میں "یادوں کے اجالے"، "ہجر کا تماشا"، "چاند سا چہرہ" اور "ہجر کے رات دن" شامل ہیں۔ بے شمار کتب زیرِ اشاعت ہیں جن میں حمد و نعت کا مجموعہ، نظموں کا مجموعہ، افسانوں کا مجموعہ "ہمسفر" اور ناول "بدنام" شامل ہیں۔

روبینہ شاہین بیناؔ

نام روبینہ شاہین، تخلص بیناؔ، تعلیم ایم اے (معاشیات)، بی ایڈ۔ معلّمہ کے پیشے سے وابستہ رہی ہیں۔ پشتینی تعلق اسلام پورہ جبر، گوجر خان سے ہے تاہم راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ شادی کا باقاعدہ آغاز ۲۰۱۶ء سے کیا۔ زیادہ تر غزلوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ طنز و مزاح پر مبنی شاعری ان کا مرغوب مشغلہ ہے۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

تجھے لگ رہا ہے کہ میں کج ادا ہوں　　مجھے لگ رہا ہے کہ تو ہے مثلث

ای میل rubsha73@gmail.com

سیّدہ منور جہاں منوّرؔ



نام سیّدہ منور جہاں زیدی، قلمی نام منور جہاں منور، تعلیم ایم ایس سی، سوشل میڈیکل آفیسر رہ چکی ہیں اور اب ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہی ہیں۔ کینیڈا میں مقیم ہیں۔ شاعری میں خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں۔ اصنافِ سخن میں ابلاغ کا محبوب ذریعہ غزل ہے۔ دو کتابیں "داستان" اور "سلسلۂ رنگِ عقیدت" شائع ہو چکی ہیں۔ مستقل قریب کی متوقع کتابوں میں "منزلِ عشق"، "گلہائے رنگ رنگ" شامل ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

بہت حسین ہے تیرے خیال کی دنیا　　جہاں پہ کوئی نہ تھا ہم وہاں بھی ہو آئے

رزاق تحسینؔ



نام عبدالرزاق، تخلص تحسینؔ، تعلیم ایم اے، کلرکی کرتے ہیں۔ گوادر میں رہائش پذیر ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۰۵ء میں کی۔ اصنافِ سخن میں نظم اور غزل لکھنا پسند کرتے ہیں۔ اِن کا بلوچی شعری مجموعہ تنگر اور اردو شعری مجموعہ، دریچوں میں اُگتے خواب جلد متوقع ہے۔ نمائندہ شعر ہے۔

کرسیاں چھو کے گزر جائے وہ شخص تنہا ہے
علم سے چاہے نکھر جائے وہ شخص تنہا ہے

سید خورشید نوازؔ لائق بخاری



نام خورشید نواز، تخلص لائق، تعلیم: ایف ایس سی پری انجینیر نگ، ابھی طالب علم ہیں۔ راجن پور، لنڈی سیدان میں مقیم ہیں۔ شاعری کی ابتدا ۲۰۱۸ء میں کی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، منقبت، نظم، غزل سبھی میں لکھتے ہیں۔ کتاب کوئی شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

گر چاہیے ہے تجھ کو رحمان کی رضا
حبِ رسول وآلِ نبی ﷺ میں مچل کے آ

ای میل khursheednawazlaeeq313&gmail.com

شرف الدین ساحلؔ



نام شرف الدین، قلمی نام شرف الدین ساحلؔ، تیلیا پوکھر، مدھوبنی، بہار، انڈیا میں رہائش پذیر ہیں۔ جامعہ امام ابن تیمیہ، مشرقی چمپارن بہار سے فاضل ہیں۔ امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ روزنامہ تاثیر پٹنہ اور روزنامہ لازوال ادب جموں کشمیر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ شاعری کی ابتداء ۲۰۱۷ء کو ہوئی۔ اصناف سخن میں حمد، نعت، غزل، نظم وغیرہ میں مشق سخن کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابھی تک کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

سیرتِ مصطفےٰ ﷺ میاں ساحلؔ
جو پڑھے لاجواب ہوتا ہے

ہریرہ شہزادؔ وارثی



نام ہریرہ شہزاد وارثی، تخلص ہریرہؔ، ایم اے اردو کر رکھا ہے، سکول آف لرننگ، کمہار دوبی، شبلی باڑی میں اسسٹنٹ ٹیچر ہیں۔ املی تالاب، پچیانہ کلٹی، مغربی بنگال، ہندوستان میں رہائش پذیر ہیں۔ اصنافِ سخن میں حمد، نعت، منقبت، غزل، نظم، گیت، قصیدہ، سپاس، رباعی اور قطعات کو اظہار کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ ایک نعتیہ مجموعہ "بابِ معرفت" اور غزلوں کا ایک مجموعہ "گوہرِ دل" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے۔

ہجوم میں بھی نہ دشوار ہو تری پہچان
تو مثلِ روشنی خود میں اُبھار پیدا کر

جاوید عارف



نام جاوید احمد میر، تخلص عارف، شوپیاں کشمیر انڈیا میں رہائش پذیر ہیں۔ ایم اردو کر رکھا ہے۔ درس وتدریس سے وابستہ ہیں۔ شاعری کی شروعات دسویں جماعت سے ہوئی جو تاحال پورے شدومد سے جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں غزل کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہیں۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

میں چناروں کے نگر کا اِک مسافر ہوں مگر دور تک چھاؤں نہیں میری نظر کے سامنے

ای میل: javaidarif@gmail.com

ساز دہلوی



نام عبدالحمید، تخلص ساز، نہو دہلی انڈیا میں رہائش پذیر ہیں۔ ایم ایس سی کی ہوئی ہے۔ شاعری کی شروعات بچپن سے کی جس کا سلسلہ تاحال پورے شدومد سے جاری ہے۔ اصنافِ سخن میں غزل کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہیں۔ تاحال کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

برباد کر ہی ڈالے گا مذہب کا یہ جنون مذہب کا نام امن ہے دہشت گری نہیں

افروز رضوی



نام افروز رضوی، تخلص افروز، تعلیم ماسٹرز ان کیمسٹری، پیشہ سینیئر براڈ کاسٹ ریڈیو پاکستان۔ کراچی میں رہتی ہیں۔ شاعری کی ابتداء بارہ سال کی عمر میں کی۔ دو مجموعۂ کلام ''سخن افروز'' اور ''زمن افروز'' شائع ہو چکے ہیں۔ حمد، نعت، سلام اور منقبت پر مبنی ایک مجموعۂ کلام ان شاء اللہ جلد شائع ہو رہا ہے۔ اِن کا نمائندہ شعر ہے ۔

بظاہر جو چھپے رہتے ہیں اندر آستینوں کے بہت نشتر چبھوتے ہیں وہ خنجر آستینوں کے

ای میل afrozrizvi3@gmail.com

۲۱۹ واں عالمی آن لائن مشاعرہ

قوافی آڑ، گاڑ، پہاڑ، جھاڑ وغیرہ **ردیف و بحر** حسبِ ذوق

غیر مردف غزل بھی کہی جاسکتی ہے۔ ردیف اور بحر بدل کر مزید غزلیں بھی کہی جاسکتی ہیں۔ ''دراڑ'' پر نظم کسی بھی فارمیٹ میں لکھی جاسکتی ہے۔ مشاعرہ ۲۷ جون ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ سہ پہر ۳ بجے شروع ہوگا اور اتوار رات ۹ بجے تک جاری رہے گا۔ کلام مقررہ وقت میں ایک ایک شعر کی صورت میں مشاعرے میں پیش کیا جائے۔ قبل از وقت شائع نہ کریں۔ کلام اتوار رات ۹ بجے تک یکجا والی پوسٹ پر کمنٹ کر دیا جائے تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کیا جاسکے۔

منفرد قافیہ و نظم رنگ

میزبان: ہاشم علی خان ہمدم، نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بینا، قدسیہ ظہور، نادیہ سحر، دلشاد نسیم، شہناز رضوی، جیا قریشی، محمد رضا نقشبندی اور دیگر احبابِ موجِ غزل

مشتری ہوشیار باش

کتاب کا نام	موجِ غزل کتابی سلسلہ نمبر ۲۱۹۔
تدوین و تصنیف	نوید ظفر کیانی۔
وضاحت	فیس بک عالمی ادبی گروپ موجِ غزل کے "منفرد قوافی و نظمیہ مشاعرہ رنگ کے تحت منعقدہ مشاعرہ نمبر ۲۱۹ بتاریخ ۲۷ رجون ۲۰۲۰ء پر مبنی برقی کتاب۔ شعراء کی فہرست ناموں کی "حروفِ تہجی" کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے۔
کاپی رائٹ	جملہ حقوق بحقِ منتظمینِ موجِ غزل محفوظ۔
اجازت	اس کتاب کو حوالہ جات یا غیر کاروباری نقطۂ نظر سے استعمال کیا جاسکتا ہے یا اس کا اشتراک کیا جاسکتا ہے تاہم اس میں کسی قسم کی کانٹ چھانٹ یا اس کی شکل تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اِس کے لئے گروپ منتظم کی پیشگی اجازت ضروری ہے۔
منتظمین	ہاشم علی خان ہمدمؔ، نوید ظفر کیانی، روبینہ شاہین بیناؔ، قدسیہ ظہورؔ، نادیہ سحرؔ۔
صفحات	۳۸
سالِ اشاعت	۲۰۲۰ء
پبلشر	مکتبۂ ارمغانِ ابتسام۔
ویب سائٹ	http://archive.org/details/@nzkiani
فیس بک	http://www.facebook.com/groups/1736109056634616
برقی ڈاک	mudeer.ai.new@gmail.com

موجِ غزل کے ماہانہ پروگرام

موجِ غزل

ہر ماہ نئے رنگ

پہلا ہفتہ : طرحی رنگ

دوسرا ہفتہ : ردیف و نظم رنگ

تیسرا ہفتہ : قوافی و نظم رنگ

چوتھا ہفتہ : اصنافِ سخن رنگ

انشاءاللہ

فیس بک موج غزل عالمی مشاعرہ